

کیا باتیں ہیں جو مکروہ ہیں

(مَا يُكْرَهُ مِنَ الْكَلَامِ)

حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ قَالَ لِأَخِيهِ كَافِرٌ فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا.
”عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اپنے بھائی کو کہا: ”اے کافر“ تو بہر حال ایک کے اوپر وہ لوٹ کے رہے گا۔“

وضاحت

یعنی اگر جس کو کافر کہا ہے، وہ ایسا نہیں تو کہنے والا کافر بن جائے گا۔ مطلب یہ کہ یہ تیرے بے خطا ہے۔ اگر وہ کافر نہیں تو خود مرو گے اور اگر وہ ہے تو وہ مرا۔ اس کی جتنی دوسری تاویلیں لوگوں نے کی ہیں، وہ ٹھیک نہیں۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تکفیر کے فتوے دینے والوں کا کام بے حد خطرناک ہے۔ اگر کافر قرار دیا جانے والا آدمی کافر نہیں تو ان کے فتوے انھی پر لوٹ جائیں گے۔

حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ

اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا سَمِعْتَ الرَّجُلَ يَقُولُ: هَلَكَ النَّاسُ فَهُوَ أَهْلُكُمْ.

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی آدمی کو سنو کہ وہ کہتا ہے کہ لوگ ہلاک ہوں تو سب سے بڑا ہلاک ہونے والا وہ خود ہے۔“

وضاحت

ہم بات بات پر کہتے ہیں کہ لوگ تباہ ہو گئے، خلق تباہ ہو گئی، لیکن یہ تاثر اظہار غم کے طور پر ہوتا ہے۔ یہاں ’ہلک الناس‘ کا جو کلمہ آیا ہے، یہ بد دعا کے طریقے پر ہے کہ لوگ تباہ ہو جائیں، جہنم میں جائیں، غارت ہوں۔ ایسی بات ہرگز نہیں کہنی چاہیے۔ اگر اپنے بھائیوں کو دعائیں دے سکتے تو بد دعا بھی نہ دیں۔ بلکہ یہاں اس مفہوم میں یہ بات درست ہوگی کہ چاہیے کہ لوگوں کو دعا ہی دیں۔

حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَقُولُ أَحَدُكُمْ يَا خِيَّةَ الدَّهْرِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الدَّهْرُ.

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ ہائے زمانہ کی بد بختی! اس لیے کہ خدا ہی زمانہ ہے۔“

وضاحت

مطلب یہ ہے کہ بے سمجھے بوجھے زمانہ کو بد بخت کہہ دیا جاتا ہے۔ دنیا میں سارے تصرفات تو اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں، زمانہ کوئی چیز نہیں۔ تو زمانے کو گالی دینا اللہ تعالیٰ کو ہی برا بھلا کہنا ہوا۔ دوسری روایت میں ’لَا تَسْبُوا الدَّهْرَ‘ کا لفظ آیا ہے۔ ہو سکتا ہے یہ روایت بالمعنی ہو۔ اس کا مطلب ہے کہ زمانے کو گالی نہ دو، کیونکہ زمانہ خود اللہ ہی ہے۔ اس میں فلسفیوں نے جو باتیں نکالی ہیں، وہ ان کی مویشی گافیاں ہیں۔ لیکن یہ بات بالکل معقول ہے کہ گالی جتنی پڑتی ہے، اللہ کو ہی پڑتی ہے، کیونکہ زمانہ تو اللہ تعالیٰ کے تصرفات کو ہی کہتے ہیں۔ لہذا زمانے کو مطعون نہیں کرنا چاہیے۔ اگر کرنا

ہی ہو تو اہل زمانہ کو کریں، اس لیے کہ وہ مستحق ملامت ہو سکتے ہیں۔ ان کے متعلق بھی اس طرح کی بات کہنا چاہیے کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے، خواہ مخواہ اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہم سب لوگ زبان درازی میں اسی طرح کی باتیں کرتے ہیں جن سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے روکا ہے اور جو آداب کے خلاف ہیں۔

حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ أَنَّ عِيسَى بْنَ مَرْيَمَ لَقِيَ خِنْزِيرًا بِالطَّرِيقِ فَقَالَ لَهُ: انْفُذْ بَسْلَامٍ فَقِيلَ لَهُ: تَقُولُ هَذَا لِحِنْزِيرٍ؟ فَقَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ: إِنِّي أَخَافُ أَنْ أَعْوَدَ لِسَانِي الْمَنْطِقَ بِالسُّوءِ.

”یحییٰ بن سعید سے روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے راستے میں ایک سورا گیا تو انھوں نے کہا کہ خیریت کے ساتھ تشریف لے جاؤ۔ آپ سے کہا گیا کہ آپ خنزیر کو یہ کہہ رہے ہیں؟ تو حضرت عیسیٰ نے کہا کہ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ اپنی زبان کو بدکلامی کا عادی بنالوں۔“

وضاحت

غور کریں کہ یہ روایت کس پہلو سے حدیث ہے۔ حدیث کی کسی تعریف پر یہ پوری نہیں اترتی۔ یہ بات رائج انجیلوں میں بھی نہیں اور انجیل برناباس میں بھی نہیں۔ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ پہلے کی کوئی روایت رہی ہوگی۔ جو کہیں سے یحییٰ بن سعید کے کان میں پڑ گئی تو انھوں نے اس کو گرہ کر لیا اور امام صاحب نے اپنی کتاب میں جڑ دیا۔ واللہ اعلم کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ کہا بھی یا نہیں۔ ان کے کلام میں جو بلاغت ہوتی ہے، وہ روایت کردہ جملہ میں نہیں ہے۔ طنز ضرور ہے کہ آپ خیریت سے نکل جاؤ ہم کچھ نہیں کہتے۔

(تذکرہ حدیث ۵۰۱-۵۰۳)

